Biannual Research Journal
AL-IDAH
Published by
SHAYKH ZAYED ISLAMIC CENTRE
UNIVERSITY OF PESHAWAR
PESHAWAR PAKISTAN
ISSN (Print) : 2075-0307
ISSN (Online) : 2664-3375
OPEN ACCESS
الإیضاح
شیخ زاید مرکز اسلامی
www.al-idah.pk
JUL-DEC 2021
VOL:39 ISSUE:2

قبول حق کے موانع قرآن کریم کی روشنی میں

Prohibition from Qabool-e-Haq- A Quranic Perspective

Issue: *http://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/issue/view/35*

URL: *http://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/article/view/264.*

Article DOI: *https://doi.org/10.37556/al-idah.039.02.0264*

Author(s): Shazia Ramzan

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Agriculture, Faisalabad Email: dr.shaziaramzan@gmail.com

Ainee Rubab

Lecturer, Department of Islamic Studies, Arid Agriculture University, Rawalpindi Email: aineerubab@gmail.com

Citation: *Shazia Ramzan and Ainee Rubab 2021. Prohibition from Qabool-e-Haq- A Quranic Perspective. Al-Idah . 39, - 2 (Dec. 2021), 274 - 302.*

Received on: 01 – Sep - 2021
Accepted on: 11 – Nov - 2021
Published on: 24 – Dec - 2021

Publisher: *Shaykh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar, Al-Idah – Vol: 39 Issue: 2 / July – Dec 2021/ P. 274 - 302.*

CC BY

Islamic Research Index
Crossref
DOAJ DIRECTORY OF OPEN ACCESS JOURNALS
AUSTRALIAN ISLAMIC LIBRARY
INTERNATIONAL Scientific Indexing
INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL

Abstract:
Amar-bil-Ma'roof and Nahi Ani-ul-Munkir is the fundamental tenet of Islam. Muslims are expected to adhere to this doctrine as a fundamental pillar of Islam to such an extent that this tenant forms the entire fabric of the society as an institution. This elevates the Muslim society to be the best among all. However, there are certain impediments and deviants that stop a person to embark on the path of righteousness. This article attempts to identify such factors from the Quranic perspective. Finally, some suggestions have been proposed to promote good in the society.
Key Words: *Qabool-e-Haq, Amar-bil-Ma'roof, Nahi Ani-ul-Munkir*

سورۃ البقرہ میں ہے:

جب اللہ رب العزت نے جب حضرت آدم و حوا کو زمین پر بھیجا تو انہیں کہہ دیا کہ تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آتی رہے گی، تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو انہیں روز محشر سزا کا کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔ مگر جو لوگ انکار کر دیں گے اور جھٹلا دیں گے میری آیتوں کو تو وہ آگ میں جائیں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔[1]

اس کا مطلب یہ تھا کہ زمین پر آدم اور ان کی اولاد شریعت خداوندی کی مکلّف ہوگی اور اسی بنیاد پر قیامت میں انہیں جزا و سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔ چونکہ اولاد آدم کی ہدایت کی ذمہ داری پروردگار عالم نے خود لے لی تھی اس لئے آغاز انسانیت کے ساتھ ہی نبیوں، رسولوں کی آمد اور صحف و کتب آسمانی کے نزول کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ہر زمانے کے لوگ اپنے اپنے دور کے نبی پر ایمان لاتے اور اس کے احکام کی پیروی کرکے اپنی دنیا و آخرت سنوار لیتے لیکن ایسا نہ ہوا۔ صورت حال یہ رہی کہ ہر دور کے نبی و رسول پر کم ہی لوگ ایمان لانے کی سعادت حاصل کر سکے۔ اکثریت نے ان کی تکذیب کرکے پیروی سے انکار کیا۔ پھر یہ بھی ہوا کہ ہر قوم نے اپنے انکار کیلئے کوئی نہ کوئی عذر لنگ بھی تراشا اور اس کا سہارا لے کر اپنی مخالفت کو حق بجانب بھی قرار دیتی رہی۔ زیر نظر مضمون میں منکرین کے ان ہی اعذار اور اعتراضات کا قرآن کریم کی روشنی میں جائزہ لیا گیا اور ان اسباب کی نشاندہی کی گئی ہے جو قبولیت حق کے لئے رکاوٹ بنتے رہے۔

موانع قبول حق

ا:۔ خواہش نفس کی پیروی:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُس، اَفَکُلَّمَا جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَاتَھْوٰیٓ اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُم ، فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْن۔

بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد لگاتار رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح دلیلیں دیں اور ہم نے روح القدس (جبرئیل) سے اس کی تائید کی تو کیا ہر بار ایسا نہیں ہوا جب بھی رسول تمہارے پاس ایسا پیغام لے کر آیا جو تمہاری مرضی کا نہ تھا تو تم نے تکبر کیا (رسولوں کے) ایک گروہ کی تکذیب کرتے رہے اور ایک کو تم نے قتل کیا۔[۲]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ"

پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے۔[۳]

اس آیت میں فرمایا گیا کہ ہمارا دل کسی کام کرنے کو چاہتا ہے اور ہم کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام سے منع فرمایا ہے۔ اور وہ اس سے ناراض ہوتا ہے لیکن ہم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود وہ کام کرتے اور اپنی خواہش پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کرتے۔ اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے دن و رات کم سر جھکاتے ہیں اور اپنی خواہش کے سامنے زیادہ سر جھکاتے ہیں۔ اسی طرح کوئی شخص اپنی خواہش سے حضرت عیسیٰ یا حضرت عزیز کی عبادت کرتا ہے کوئی لات اور منات کی عبادت کرتا ہے کوئی آگ اور پیپل کی عبادت کرتا ہے۔ یہ سب لوگ اپنی خواہش کے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اللہ کی عبادت نہیں کرتے اس کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یعنی یہ کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے

احکام کے مقابلہ میں اپنے نفس کی اطاعت کی اور اپنی خواہش کے آگے سر جھکا دیا حالانکہ اس کو علم تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے راضی نہیں ہے اور اس نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے اس کے باوجود اس نے اپنے علم کے تقاضے پر عمل نہیں کیا اور اس نے باوجود گمراہی اختیار لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر گمراہی پیدا کر دی اور اس معنی کو اللہ تعالیٰ نے یوں تعبیر فرمایا ''اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا''۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے متعلق علم تھا کہ اس کی روح کا جوہر نیکی اور پرہیزگاری کو قبول نہیں کرے گا اور جب اس کو اختیار دیا جائے گا تو ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے گمراہی کو مقدر کر دیا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اس کی روح کا جوہر نیکی اور تقویٰ اور طہارت کو قبول کرے گا وہ نہ صرف نیک ہوگا بلکہ دوسروں کو نیک بنائے گا اور اللہ کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے راستے میں ہر ستم کی مشقت کو برداشت کریگا اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کو مقدر کر دیا۔

"يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ"

اے داؤد بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے پس آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے ورنہ وہ پیروی آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بہک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ روز حساب کو بھول جاتے ہیں۔

۲۔ مالی خوشحالی، حکومت اور سلطنت:

"أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رِبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ"

"اے محبوب کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے ان کے رب کے متعلق جھگڑا کیا کیونکہ اللہ نے اس کو سلطنت دی تھی جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اس نے کہا میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے لے آ تو کافر حیران اور لاجواب ہو گیا اور اللہ ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔[۳]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نمرود کا حضرت ابراہیم کے ساتھ اللہ رب العزت کی ذات کے بارے میں جھگڑا صرف اپنی سلطنت اور اقتدار کے نشے میں تھا۔

فرعون نے بھی حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت سے صرف اس لئے انکار کیا کہ وہ مصر جیسے خوشحال اور بڑے ملک کا حکمران ہونے کی وجہ سے احساس برتری میں مبتلا تھا۔

"فَتَوَلَّى بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ" تو اس نے اپنی قوت کے بل بوتے پر منہ موڑا اور کہا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔[۵]

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَنَادَى فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ. أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ" اور فرعون نے اپنی قوم میں ندا کی اور کہا اے میری قوم یا یہ مصر کا ملک میرا نہیں ہے اور یہ دریا جو میرے محل کے کنارے بہہ رہے ہیں کیا تم نہیں دیکھ رہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جو بہت بے وقعت ہے اور جو اپنا ماضی الضمیر صاف طرح بیان نہیں کر سکتا۔[۶]

ان آیات میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ فرعون کا اپنی قوم کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اپنی معرکہ آرائی کو کس طرح اپنی قوم کے ساتھ پیش کیا۔ اس نے کہا کیا دریائے نیل میرے محل کے نیچے نہیں بہہ رہا اس کا مطلب تھا دریائے نیل سے چار نہریں نکال کر میرے محل کے ساتھ جاری نہیں کی گئی۔ یہ اس نے اپنے مال کی کثرت اور اپنے عیش و عشرت کی فراوانی سے اپنی فضیلت پر استدلال کیا، مطلب جب میں افضل ہوں، حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں حق پر ہوں اور فرعون نے اپنی قوم سے کہا میں اس شخص سے بہتر ہوں جس کا اس ملک میں کوئی غلبہ اور اقتدار نہیں ہے جو اپنی کم مائیگی کی وجہ سے اپنی ضروریات بھی پوری نہیں کر سکتا اور نہ اپنا ماضی الضمیر آسانی سے اور صاف طرح بیان کر سکتا ہے۔ فرعون نے یہ بات اس لئے کی تھی کہ نبوت سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ تھی جس کی وجہ سے آپ کو بولنے میں مشکل پیش آتی تھی پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس گروہ کا کھول دیا تھا فرعون آپ کے پچھلے حال کے اعتبار سے طعنہ دے رہا تھا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ" اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے امیر لوگوں نے یہی کہا تمہیں جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔[۷]

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُاَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ "اور انہوں نے کہا ہمارے مال اور ہماری اولاد بہت زیادہ ہیں ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا"۔[۸]

اس آیت میں لفظ مترفوھا کا لفظ ہے اس کا معنی ہے عیش و آرام، دنیا اور آخرت کی زندگی دنیا اور مترفین کا معنی ہے عیش پرست لوگ۔

قتادہ نے کہا کہ کفار کے سرداروں اور دولت مند لوگوں نے کہا کہ وہ لوگ جو شر کے بانی تھے، کہا ہمیں اموال اور اولاد کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے اور اگر ہمارا رب ہمارے دین اور ہمارے مذہب پر راضی نہ ہوتا تو ہم کو یہ نعمتیں نہ دیتا اور جب وہ ہم سے راضی ہے تو وہ ہمیں عذاب نہیں دے گا۔

۳۔ حسد اور نسلی عصبیت:

"وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّاراً حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُواْ وَاصْفَحُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"

بہت سے اہل کتاب نے ان پر حق واضح ہو جانے کے بعد اپنے حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ ایمان کے بعد تم کو پھر کفر کی طرف لٹا دیں پس تم ان کو معاف کرو اور درگزر کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی حکم صادر فرمائے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَآ آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا"[۹]

یا یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے تو بے شک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور ہم نے ان کو ملک عظیم عطا کیا تھا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا حسد کی مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو اپنے فضل سے جو نعمت عطافرمائی تھی یہود اس پر حسد کرتے تھے وہ کس نعمت پر حسد کرتے تھے اس میں اختلاف ہے۔

قتادہ نے کہاان کو یہ امید تھی کہ آخری نبی بنو اسرائیل سے مبعوث ہوں گے اور جب اللہ نے بنو اسماعیل سے آخری نبی مبعوث فرمایا تو اس پر حسد کرنے لگے۔[۱]

۴:۔ مادی نقطہ نظر:

"وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيرًا"

اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہ نازل کئے گئے یا یہ کیوں نہ ہوا کہ ہم رب کو دیکھ لیتے بلاشبہ انہوں نے اپنے نفسوں کو بڑا سمجھا اور انہوں نے بڑی سرکشی اختیار کی۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو مشرکین ہماری ملاقات سے خوف زدہ نہیں ہیں اور ہمارے عذاب سے نہیں ڈرتے انہوں نے کہا کہ اللہ نے ہمارے اوپر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے جو ہمیں یہ خبر دیتے کہ نبی کریم برحق ہیں اور جو پیغام ہمارے پاس لے کر آئے ہیں وہ سچا ہے یا ہم اپنے رب کو خود دیکھ لیں وہ تو خود ہمیں اس بات کی خبر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا ہے اور تکبر کیا اور اپنے اس قول میں وہ تکبر کی حد سے پھر بڑھ گئے ہیں ان کا تکبر اور سرکشی یہ تھی کہ انہوں نے فرشتوں کو دنیا میں دیکھنے کا مطالبہ کیا حالانکہ فرشتے صرف موت کے وقت دکھائی دیں گے یا نزول عذاب کے وقت۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا کوئی آنکھ نہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہے نہ اس کا ادراک کر سکتی ہے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کے پیش کئے ہوئے معجزات کو اور اس قرآن کو کافی نہیں سمجھا جس کی نظیر لانے سے تمام انسان اور جن عاجز رہے تو پھر فرشتوں کو دیکھ لینا ان کے لئے کیسے کافی ہو سکتا ہے۔ جب کہ وہ فرشتوں اور شیاطین کے درمیان تمیز اور فرق نہیں کر سکتے اور یہ جاننے کے لئے کہ دکھائی دینے والے والی چیز فرشتہ ہے یا شیطان نہیں ہے۔ پھر ایک معجزہ کی ضرورت ہوگی اور معجزات کو ثبوت کے لئے انہوں نے کافی نہیں سمجھا تھا انسان فرشتہ کو بہ حیثیت انسان فرشتہ نہیں دیکھ سکتا

سوا اس صورت کے فرشتہ انسانی پیکر اور انسانی شکل میں آئے جب فرشتہ انسانی شکل میں آ کر ان سے بات کرے گا تو وہ پھر اس کو فرشتہ نہیں مانیں گے۔

۵۔ بشریت انبیاء

منکرین نے ہر زمانے میں اس دلیل کا سہارا لیا کہ اللہ کا فرستادہ انسان اور بشر نہیں ہو سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُواْ إِذْ جَاءهُمُ الْهُدَى إِلاَّ أَن قَالُواْ أَبَعَثَ اللّهُ بَشَرًا رَّسُولاً"

اور لوگوں کو ایمان لانے سے صرف یہ چیزیں مانع ہوئی جب بھی ان کے پاس ہدایت آئی تو انہوں نے کہا کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ شبہ ذکر فرمایا تھا کہ اگر نبی کریمؐ کے ساتھ کوئی فرشتہ آیا تو وہ آپؐ کو نبی مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ فرشتوں کو نبی ماننا بھی اس پر موقف ہے کہ وہ کوئی معجزہ دکھائیں۔ جب ان کے نزدیک اول آخر حجت معجزہ ہے تو جب نبی کریمؐ نے اپنی نبوت پر معجزہ پیش کر دیا تو تم ان کو نبی کیوں نہیں مانتے۔ اس آیت میں لفظ ہدایت ہے اور اگر اس روئے زمین پر رہنے والے فرشتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا کیونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اور جب روئے زمین پر رہنے والے انسان اور بشر ہیں تو پھر ان کی طرف انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجنا مناسب تھا۔"[۱۲]

"فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاء اللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ"[۱۳]

پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا یہ تو محض تمہاری طرح کا انسان جو تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اگر اللہ کسی کو (پیغام دے کر) بھیجنا چاہتا تو فرشتوں کو نازل کر دیتا ہم نے تو اس بات کو اپنے پہلے باپ دادا میں سے کسی سے نہیں سنا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بشیر و نذیر بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا تو آپ نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام سنایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہاری عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا تو کیا تم نہیں ڈرتے ان کی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو محض انسان ہیں۔ یہ نبی اور رسول کیسے ہو سکتے ہیں اگر یہ نبوت اور رسالت کا دعویٰ کر رہے ہیں تو ان کا مقصد صرف تم پر فضیلت اور برتری حاصل کرنا ہے۔ بھلا انسان کی طرف وحی کیسے آ سکتی ہے اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ کسی کو نبی بنا کر بھیجنا ہوتا تو وہ کسی فرشتہ کو نبی اور رسول بنا کر بھیج دیتا جو ہم کو توحید کا مسئلہ سمجھاتا۔ ان کی یہ دعوت تو ایک نرالی اور

انوکھی دعوت ہے جس کو ہم نے اپنے باپ دادا کے زمانے میں بھی کبھی نہیں سنا۔ یہ ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے کم عقل اور بے خوف کہتے ہیں۔ دراصل یہ خود ہی مجنوں اور دیوانے ہیں ان کو ایک معین مدت تک ڈھیل دو جب یہ وفات پا جائیں تو ان کی موت کے ساتھ ہی ان کی دعوت بھی ختم ہو جائے گی یا شاید ان کا جنون جاتا رہے اور یہ خود ہی اپنی اس دعوت کو ترک کر دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اور رسول کی قوم کے وہ کافر سردار جنہوں نے آخرت کی ملاقات کی تکذیب کی تھی اور جن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں فراوانی عطا فرمائی تھی، وہ کہنے لگے یہ رسول صرف تمہاری طرح انسان ہے یہ ان ہی چیزوں میں سے کھاتا ہے جن سے تم کھاتے ہو اور ان ہی چیزوں سے پیتا ہے جن سے تم پیتے ہو۔ اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت کی تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔"[۱۴]

ہر نبی کی قوم کے کافر سردار نے اپنے نبیوں کے لائے ہوئے پیغام کو رد کرتے اور ان کی اکثریت ایمان لانے سے محروم رہتی ہے کیونکہ یہ لوگ بہت مالدار مضبوط جتھے والے اور اثر رسوخ والے ہوتے تھے اور پوری قوم ان کے پیچھے چلتی تھی۔ ان کے کفر اور گمراہی کے دو بنیادی سبب تھے ایک تو ان کا آخرت کے عقیدے پر ایمان نہیں تھا دوسرا سبب یہ تھا کہ ان کے پاس دنیاوی مال و دولت اور سامان عیش و عشرت کی فراوانی تھی چنانچہ انہوں نے یہ کہہ کر اپنے رسول کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ تو ہمارا جیسا انسان ہے کیسے رسول ہو سکتا ہے۔ انہوں نے صرف اپنے رسول کی بشریت اور ظاہر حال کو سامنے رکھا اور ان کے دیگر فضائل اور مناقب اور اس کے باطن کی روشنی کی طرف دیکھنے سے آنکھیں بند کر لیں۔ ان کافر سرداروں نے اپنے متبعین سے کہا اگر تم نے اپنے جیسے انسان کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کر لیا اور اس کی فضیلت اور برتری کو مان لیا تو تم زبردست نقصان اٹھاؤ گے کیونکہ ایک بشر دوسرے بشر سے کیسے کر افضل ہو سکتا ہے۔ یہی ان کی غلط فہمی تھی جس کی وجہ سے ان کافر سرداروں نے اپنے رسول کی رسالت کو نہیں مانا حالانکہ اللہ تعالیٰ جس بشر کو اپنا پیغام پہنچانے کیلئے چن لیتا ہے تو وہ اس وحی اور رسالت کی وجہ سے تمام غیر نبی اور غیر رسول انسانوں سے شرف اور مرتبہ میں بہت بلند اور افضل اور اعلیٰ ہو جاتا ہے۔ فرعون اور اس کے حواریوں نے بھی یہی عذر پیش کیا تھا۔

"فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ" (تو کہنے لگے کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم تو ہماری عبادت کرتی ہے)۔[۱۵]

یہ انہوں نے اس لئے کہا کہ حضرت موسیٰ کی قوم ان کی خدمت اور ان کی غلامی کرتی تھی اور جو شخص کسی کی خدمت کرے عرب اس کو عبادت سے تعبیر کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرعون الوہیت کا مدعی تھا اس لئے اس نے یہ کہا کہ لوگ اس کے بندے ہیں اور لوگوں کا اس کی اطاعت کرنا درحقیقت اس کی عبادت کرنا ہے۔

مکہ کے کافروں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں پیش کیا تھا اور اللہ نے اس کا ازالہ فرمایا تھا۔

"وَقَالُواْ لَوْلا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الأمْرُ ثُمَّ لاَ يُنظَرُونَ "[۶] (اور انہوں نے کہا اس رسول پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو ان کا کام تمام ہو چکا ہوتا پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی) .

"وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلاً وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ "[۷] (اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے مرد ہی کی صورت میں بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ اب کر رہے ہیں)۔

کفار کا یہ شبہ ان کی جہالت پرستی ہے کیونکہ نبی اپنی نبوت کو دلائل سے ثابت کرتا ہے اور معجزات پیش کرتا ہے وہ اپنی شکل وصورت اور خلقت سے اپنی نبوت کو ثابت نہیں کرتا بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو نبی بنا کر بھیجتا تو وہ خلاف عادت کاموں کو اپنی نبوت پر دلیل بناتا تو اس کی نبوت میں طعن کرنے کا زیادہ موقع تھا کیونکہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ یہ معجزات انسانوں کے اعتبار سے خلاف عادت ہیں۔ فرشتہ کیلئے خلاف عادت نہیں ہیں لہٰذا یہ معجزات فرشتہ کی نبوت پر دلیل نہیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتہ جو عبادات سرانجام دیتا اور دوسرے نیک اعمال انجام دیتا وہ انسانوں پر حجت نہ ہوتے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فرشتہ جو عبادات سرانجام دیتا اور دوسرے نیک اعمال انجام دیتا وہ انسانوں پر حجت نہ ہوتے۔ ہو سکتا ہے کہ فرشتہ کی حقیقت میں ایسا عنصر ہو جس کی وجہ سے وہ ان مشکل اور کٹھن عبادات کو سرانجام دے سکتا ہو اور انسان کی حقیقت میں وہ عنصر نہ ہو نیز فرشتہ بھوک، پیاس، غم، شہوت اور غضب سے منزہ اور مجرد ہوتا ہے لہٰذا فرشتہ کا برائیوں سے بچنا اور نیک اعمال کرنا انسان پر حجت نہیں ہو سکتا۔ ان وجوہ کی بنائ پر اگر فرشتہ کو نبی بنا دیا جاتا تو بندوں پر اللہ کی حجت پوری نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشر اور انسانوں سے رسولوں کو بھیجا نہ کہ فرشتوں سے۔

۶۔ فرمائشی معجزوں کی تکمیل کی خواہش:

"وَقَالُواْ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الأَرْضِ يَنبُوعًا. أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الأَنْهَارَ خِلالَهَا تَفْجِيرًا. أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللهِ وَالْمَلآئِكَةِ قَبِيلاً. أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إَلاَّ بَشَرًا رَّسُولاً"[۱۸]

(اور انہوں نے کہا ہم آپ پر ہر گز ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں۔ یا آپ کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر آپ ان کے درمیان سے بہتے ہوئے دریا جاری کر دیں۔ یا جس طرح آپ ہم سے کہتے ہیں ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادیں یا آپ کا اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے حجاب لے آئیں۔ یا آپ کے لئے سونے کا کوئی گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے پر بھی ہر گز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہم پر کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں آپ کہیے میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر ہوں جس کو رسول بنایا گیا ہے)

"يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَن تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُواْ مُوسَى أَكْبَرَ مِن ذَلِكَ فَقَالُواْ أَرِنَا اللهِ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُواْ الْعِجْلَ مِن بَعْدِ مَا جَاءتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَن ذَلِكَ وَآتَيْنَا مُوسَى سُلْطَانًا مُّبِينًا"

(اہل کتاب آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کر دیں سو بے شک وہ موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا ہمیں اللہ کی ذات کھلم کھلا دکھاؤ تو ان کے اس ظلم کی وجہ سے ان کو آسمانی بجلی نے پکڑ لیا پھر انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود بچھڑے کو معبود بنا لیا پس ہم نے اس کو معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو کھلا ہوا غلبہ دیا)[۱۹]

اس آیت کے بارے میں ابن جریج نے کہا کہ یہود اور نصاریٰ نبی کریمؐ کے پاس آئے اور کہا ہم آپ کی دعوت کی اس وقت تک پیروی نہیں کریں گے جب تک ہمارے پاس اللہ کی طرف سے یہ مکتوب آئے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور فلاں شخص کے پاس یہ مکتوب آئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔[۲۰]

جب یہودیوں نے ارادہ عناد نبی کریمؐ سے یہ سوال کیا کہ ان کے پاس آسمان سے لکھی ہوئی کتاب آئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ یہودی تو اس سے بڑے بڑے سوال حضرت موسیٰ سے کر چکے ہیں ہر چند کہ یہ سوال ان کے آباؤ اجداد نے کئے تھے لیکن چونکہ یہ ان سوالات پر راضی تھے اور ان ہی کی طرح سرکشی کر رہے تھے اور کئی معجزات دیکھنے کے باوجود نبوت پر ایمان نہیں لا رہے تھے اور ان کی طرح معاند تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سوالات کی نسبت آپ کے زمانہ کے یہودیوں کی طرف کر دی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ یہ اب کہہ رہے ہیں کہ تورات کی طرح آسمان سے لکھی ہوئی کتاب نازل ہو پھر ایمان لائیں گے حالانکہ جب ان کے آباؤ اجداد پر آسمان سے لکھی ہوئی کتاب نازل ہوئی تو وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے بلکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کی ذات کھلم کھلا دکھاؤ اس سے واضح ہو گیا کہ ان کا یہ مطالبہ شرح صدر اور اطمینان قلب کے لئے نہیں تھا بلکہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود بچھڑے کو معبود بنالیا ان واضح دلائل سے مراد آسمانی بجلی ہے جو اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کرنے والوں پر گری اور حضرت موسیٰ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پھر زندہ کر دیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے حکم اور قدرت کے نام اور کامل ہونے پر دلالت ہوتی ہے اور اسی پر مدار الوہیت ہے اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دلیل ہے کہ ان کی دعا سے دوبارہ زندہ کر دیئے گئے۔

۷۔ انبیاء اور ان کے پیروکاروں کی معاشی خستہ حالی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ "[۲۱] (ان کی قوم نے کہا کیا ہم آپ پر ایمان لے آئیں حالانکہ آپ کی پیروی پسماندہ لوگوں نے کی ہے)۔

حضرت نوح کی قوم نے کہا کہ ہم کیسے آپ پر ایمان لائیں حالانکہ جو لوگ آپ کی پیروی کر رہے ہیں وہ بہت پسماندہ ہیں۔ ان کے پاس مال و دولت ہے نہ معاشرہ میں کوئی نمایاں حیثیت ہے۔ جب آپؑ کے ساتھ نچلے درجے کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں تو ہم آپ کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے۔ قرآن مجید میں ان کے لئے ارذلون کا لفظ ہے اور یہ ارذل کی جمع ہے اور رذالت کا معنی ہے گھٹیا پن جن سے نفرت کی جائے ان کی قوم کا مطلب یہ تھا کہ آپ کی پیروی نہایت بے قعت لوگوں نے کی ہے جن کا کوئی وزن اور شمار نہیں

ہے کیونکہ یہ کم عقل لوگ ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ جوتیاں گانٹھنے والے اور حجامت کرنے والے لوگ ہیں ان کو کیا خبر کہ کس کی عبادت کرنی چاہئے اور کس کی نہیں۔ ان کے نزدیک عزت والے لوگ وہ تھے جن کے پاس مال و دولت ہو، معاشرہ میں ان کا اونچا مقام ہو اور وہ لوگ اس بات سے جاہل تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کی مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اصل نعمت تو آخرت کی نعمت ہے اور یہ نعمت اللہ تعالیٰ کے خوف، اس کی اطاعت اور اس کے نبی کی محبت اور اس کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔ پس عزت والا وہی ہے جو اس نعمت سے سرفراز ہو اور ارذل اور پسماندہ وہ ہے جو اس نعمت سے محروم ہو۔ اس طرح ہمارے نبیؐ کے زمانے میں کفار قریش آپؐ کے اصحاب کو ارذل اور گھٹیا کہتے ہیں اور ہر زمانے میں انبیائے علیہم السلام کے پیروکاروں کو متکبر لوگ ارذل اور گھٹیا کہتے ہیں۔ اس طرح اولیائے اللہ جو انبیائے علیہم السلام کے علوم کے وارث ہوتے ہیں ان کا تعلق بھی معاشرہ کے اسی طبقہ سے ہوتا ہے جس کو پس ماندہ کہا جاتا ہے اور بہت کم مالدار لوگوں اور دنیاوی سرداروں کو ولایت کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ"[۲۲] (اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور متقی ہے)۔

"وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ"[۲۳] (اور انہوں نے کہا یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا)۔

علامہ ابوالحسن بن محمد الماوردی نے لکھا ہے کہ ان دو شہروں سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد حبیب بن عمر ثقفی ہے۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد عمیر بن عبد ہے۔ قتادہ نے کہا اس سے مراد عروہ بن مسعود ہے۔ السدی نے کہا اس سے مراد کنانہ بن عمرو ہے۔[۲۴]

"فَقَالَ الْمَلأُ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قِوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلاَّ بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلاَّ الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ"[۲۵]

(پس اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تم کو اپنے جیسا ہی بشر سمجھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے پسماندہ اور کم عقل لوگ ہی کر رہے ہیں اور ہم اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں سمجھتے بلکہ ہمارے گمان میں تم جھوٹے ہو)۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کی تکذیب کی اور اس سلسلہ میں انہوں نے تین شبہات وارد کئے۔ ایک شبہ یہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کی مثل بشر ہیں۔ دوسرا شبہ یہ تھا کہ ان کی پیروی کم حیثیت اور پسماندہ لوگ کر رہے ہیں۔ تیسرا شبہ یہ تھا کہ ان کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام کی ان کے اوپر کوئی فضیلت نہیں تھی۔ اس شبہ کی بنیادی وجہ تھی کہ ان کے نزدیک اسباب مادیہ سے فضیلت حاصل ہوتی تھی یعنی کوئی شخص غیر معمولی جسم اور قدرآور ہو یا وہ بہت امیر اور دولت مند ہو یا وہ کسی بہت بڑے جتھے اور قبیلہ کا سردار ہو اور جب حضرت نوح علیہ السلام میں ایسی چیز نہ تھی تو انہوں نے کہا کہ آپ کی ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں کو تیسرا شبہ یہ تھا کہ ہم اپنے اوپر تمہاری فضیلت نہیں سمجھتے۔ ان کا یہ شبہ بھی ان کی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت کا معیار علم اور عمل ہے اور علم اور عمل کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کی فضیلت بالکل ظاہر سے تھی۔

۸۔ منکرین کی اپنی خوشحالی اور مال و اولاد کی فروانی:

"فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي"[۲۶] (پس لیکن جب انسان کو اس کا رب عزت اور نعمت دے کر ازمائے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی)

اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں جو اس کے بندے آخرت کے لئے عمل کر رہے ہیں اور اس کی نظر صرف آخرت کی طرف ہے اور انسان کا یہ حال ہے کہ اس کی نظر صرف دنیا کی طرف ہے اس کے نزدیک اہم چیز صرف دنیا کی لذتیں اور شہوتیں ہیں۔ اگر دنیا میں ان کی نفسانی خواہشات پوری ہو جائیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی اور اگر دنیا میں اس کی نفسانی خواہشات پوری نہ کی تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ اس کی نظیر وہ آیات ہیں جو کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

"يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ"[۲۷] (وہ تو صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو ہی جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں)

پھر فرمایا گیا

"وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ"

(اور بعض لوگ ایسے ہیں جو ایک کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر ان کو کوئی فائدہ ہوا تو اس سے مطمئن ہوتے ہیں اور اگر ان پر کوئی مصیبت آ گئی تو وہ اسی وقت پلٹ جاتے ہیں۔ انہوں نے دنیا اور آخرت کا نقصان اٹھایا یہی کھلا ہوا نقصان ہے)۔

مال اور نعمت ملنے پر خوش اور اترانا اور اللہ کا شکر ادا نہ کرنا اور رزق کی تنگی اور فقر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہانت سمجھنا ان کافروں کا شیوہ ہے جو قیامت اور حشر و نشر پر ایمان نہیں رکھتے۔ مومن پر جب اس کے رزق کی کشادگی کی جائے تو وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھتا ہے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس پر رزق کی تنگی کر دی جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ قضا و قدر سے متعلق ہے اور اس مصیبت پر صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ اور شکایت نہیں کرتا۔

سورۃ حم السجدہ آیت ۵۰ میں فرمایا گیا۔

"وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاء مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَى رَبِّي إِنَّ لِي عِندَهُ لَلْحُسْنَى فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ"

اگر ہم اس کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا ذائقہ چکھائیں تو وہ یہ ضرور کہے گا کہ میں ہر صورت اس کا حق دار تھا اور میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کے پاس لوٹایا بھی گیا تو بے شک اس کے پاس ہر چیز ہوگی پس ہم ضرور کافروں کو ان کے کاموں کی خبر دیں گے اور ہم ان کو ضرور سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اس آیت میں ضرر اور تکلیف سے مراد ہماری سختی اور فقر ہے اور رحمت سے مراد وسعت، کشادگی اور دولت ہے۔ جب انسان یہ کہتا ہے کہ میں اپنے نیک اعمال کی وجہ سے رحمت کا مستحق تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے اعمال سے راضی تھا اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ان نعمتوں کا دینا اللہ تعالیٰ پر واجب تھا اور وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں دے کر اس کو امتحان میں مبتلا کیا ہے تاکہ مصائب پر صبر اور انعامات پر اس کے شکر کا اظہار ہو۔ آیت مبارکہ میں لفظ حسنیٰ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد جنت ہے وہ بغیر کسی نیک دل کے جن کی تمنائیں کرتا ہے اور پھر فرمایا گیا کافروں کو ان کے ان کے اعمال کی سزا دیں گے۔

۹۔ منکرین کو عذاب سے قبل دی گئی مہلت:

ارشاد ربانی ہے:

"فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُواْ بِمَا أُوتُواْ أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ"[۲۸]

پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترانے لگے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ناامید ہو کر رہ گئے۔

اس آیت میں ان کے نصیحت کے بھولنے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا گیا حالانکہ بھولنے سے احتراز تو ان کے اختیار میں نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بھولنے سے مراد ترک کرنا ہے یعنی جب انہوں نے اس نصیحت کے تقاضوں پر عمل کرنا ترک کر دیا یعنی جس دین کی طرف ان کو اللہ اور اس کے رسولوں نے دعوت دی تھی اس کو انہوں نے ترک کر دیا بلکہ اس کا انکار کیا اور اس کو رد کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی معاش کی تنگی کو رزق کی وسعت سے بدل دیا اور بیماریوں کو صحت اور سلامتی کے ساتھ بدل دیا۔

"ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّى عَفَواْ وَّقَالُواْ قَدْ مَسَّ آبَاءنَا الضَّرَّاء وَالسَّرَّاء فَأَخَذْنَاهُم بَغْتَةً وَهُمْ لاَ يَشْعُرُونَ"[۲۹]

(پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوش حالی سے بدل دیا حتیٰ کہ وہ خوب پھلے پھولے اور انہوں نے کہا ہمارے باپ دادا پر بھی تنگی اور فراخی آتی رہی ہے سو پس ہم نے ان کو اچانک گرفت میں لے لیا اور ان کو پتہ ہی نہ چلا)۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جس بستی میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس بستی والوں کی طرف سے کوئی رسول بھیجا اور پھر اس بستی والوں نے اس رسول کی تکذیب تو پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی اور جب وہ تنبیہ کے باوجود اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ملیامیٹ کرنے کیلئے عذاب بھیج دیا۔

۱۰۔ باہمی دوستی اور رفاقت:

"يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا"[۳۰] (ہائے افسوس کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا)۔

"لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا "[۳۱]

(اس نے تو میرے پاس نصیحت آنے کے بعد مجھ کو گمراہ کر دیا اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہے)۔

ان آیات مبارکہ میں فرمایا گیا قیامت والے دن انسان افسوس کرے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے کسی برے انسان کو دوست نہ بنایا ہوا۔ اس کے بعد وہ کہے گا کہ اس نے تو میرے پاس نصیحت آنے کے بعد مجھ کو گمراہ کر دیا جب میرے پاس نبیؐ بھی قرآن مجید لے کر آ چکے تھے اور شیطان تو انسانوں کو رسوا کرنے والا ہے۔ شیطان سے مراد انسانوں اور جنات میں سے وہ شخص جو تکبر اور سرکش ہو اور ہر وہ شخص جو اللہ کے راستے سے نکلے وہ شیطان ہے۔

"وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا "[۳۲] (اور ابراہیم نے کہا تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لئے بیٹھے ہو، تو یہ صرف دنیا کی زندگی میں باہمی دوستی کی وجہ سے ہے)۔

۱۱۔ معاشرے کے بااثر لوگوں کا دباؤ:

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ"[۳۳]

(اور کافروں نے کہا ہم اس قرآن پر ہر گز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل کی گئیں اور کاش آپ ظالموں کو اس وقت دیکھتے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے)

"قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَى بَعْدَ إِذْ جَاءَكُم بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ"[۳۴]

ان میں سے ہر ایک دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہو گا پس ماندہ لوگ متکبرین سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔

"وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ"[۳۵]

اور متکبرین پس ماندہ لوگوں سے کہیں گے کیا ہدایت کے آنے کے بعد ہم نے تم کو ہدایت کے قبول کرنے سے روکا تھا بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ اور پس ماندہ لوگ متکبرین سے کہیں گے بلکہ یہ تمہاری دن رات کی سازش تھی جب تم ہمیں اللہ کے ساتھ کفر کرنے کا اور اس کے شریک قرار دینے کا حکم دیتے تھے اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو وہ اپنی ندامت اور پریشانی کا اظہار کریں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے اور ان کو صرف ان کاموں کی سزا دی جائے گی جو وہ کرتے تھے۔

۱۲۔ آباء واجداد کی اندھی پیروی نے بھی اکثر لوگوں کو قبول حق سے روکا۔

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللّهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلاَ يَهْتَدُونَ"[۳۶]

اور جب ان سے کہا جاتا ہے تم اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ اس کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا خواہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں۔

مشرکین سے جب کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں کیا۔ ان کا کھانا جائز ہے ان کو ذبح کرکے کھاؤ، ان سے نفع اٹھاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا سے یہی سنتے چلے آتے ہیں کہ ان جانوروں کا کھانا حرام ہے۔ ہم ان ہی کی پیروی کریں گے خواہ ان کے باپ دادا بے علم اور بے ہدایت ہوں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر اور معصیت میں آباؤ اجداد کی تقلید کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقلید کی مذمت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جن کی تقلید کی جارہی تھی وہ بے علم اور بے ہدایت تھے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءنَا أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ"[۳۷]

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان احکام کی پیروی کرو جن کو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا خواہ ان کو شیطان دوزخ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو۔

یعنی جب کفار اور مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کو واحد مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت کرنے کو چھوڑ دو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت کریں گے جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور ہم بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے رہیں گے جیسا کہ ہمارے باپ دادا بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا خواہ ان کے باپ دادا کو شیطان بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف دعوت دے رہا ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلاَ يَهْتَدُونَ "[۳۸]

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان احکام کی پیروی کرو جن کو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے خواہ ان کے باپ دادا بے عقل اور گمراہ ہوں۔

۱۳۔ منکرین حق کے ساتھ یہ مسئلہ بھی رہا ہے کہ وہ عمر بھر حق و صداقت کی تکذیب پر اس لئے قائم رہے ہیں کہ وہ پہلے مرحلے پر انکار کر چکے تھے اور پھر اس کے اقرار کو وہ کسر شان سمجھتے تھے۔

"تِلْكَ الْقُرَى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَآئِهَا وَلَقَدْ جَاءتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُواْ لِيُؤْمِنُواْ بِمَا كَذَّبُواْ مِن قَبْلُ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللهُ عَلَىَ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ"[۳۹]

یہ وہ بستیاں ہیں جن کی خبریں ہم آپ کو بیان کرتے ہیں بے شک ان بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول واضح معجزات لے کر آئے ہیں پس وہ ان پر ایمان لانے کے لئے بالکل تیار نہ ہوئے کیونکہ اس سے پہلے وہ ان کی تکذیب کر چکے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِ رُسُلاً إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَآؤُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُواْ لِيُؤْمِنُواْ بِمَا كَذَّبُواْ بِهِ مِن قَبْلُ كَذَلِكَ نَطْبَعُ عَلَى قُلوبِ الْمُعْتَدِينَ"[۴۰]

پھر نوح کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ تھے جس کی وہ پہلے تکذیب کر چکے تھے اسی طرح سر کشی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگادیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا نوح کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے رسولوں کا نام ذکر نہیں فرمایا۔ ان رسولوں میں سے حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب ہیں۔ ان انبیائؑ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم معجزات دے کر بھیجا، اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان انبیائؑ کی قوم کے لوگوں نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کی طرح اپنے نبیوں کی تکذیب کی اور ان پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوئے اس لئے کہ وہ پہلے ان کو جھٹلا چکے تھے۔

اگرچہ اس مقالے میں درج قرآنی آیات سے بھی یہ واضح ہو رہا ہے کہ انبیائؑ ورسل اور آسمانی شریعت پر ایمان اور ان کی اتباع سے انکار کے سلسلہ میں مکذبین اور منکرین نے جو بھی اعتراضات کئے وہ سب بے بنیاد تھے۔ ان کے زمانے کے رسولوں اور کتابوں نے ان کے شافی وکافی جواب دیدیے تھے۔ لیکن ہم ذیل میں اتمام حجت کے عنوان سے قرآن کریم ہی کی روشنی میں اس انتظام اور اہتمام کا الگ سے ذکر کر رہے ہیں جو پروردگار عالم نے ہر دور کے انسانوں کی ہدایت کیلئے اختیار کیا۔ اس سے یہ بات مزید واضح ہو جائے گی کہ کفار اور منکرین کی باتیں سب کٹ حجتی تھیں اور یہ کہ ان کے انکار وجہ صرف نفس پرستی، تعصب، ضد اور ہٹ دھرمی ہی تھی۔

اتمام حجت

ا۔ ہر نبی اور رسول کا انسان اور مرد ہونا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایات اور تعلیمات بندوں تک پہنچانے کیلئے نبی اور رسولوں کو بھیجا اور اپنے احکام بندوں تک بھیجنے کا ذریعہ ہمیشہ انسان کو ہی بنایا۔ یعنی اللہ کے یہ رسول نہ فرشتوں میں سے ہوتے تھے نہ جنوں میں سے نہ کسی اور مخلوق میں سے اور نہ ایسا ہوا کہ اپنے احکام بتانے کیلئے اللہ تعالیٰ خود ہی کسی انسانی یا غیر انسانی شکل میں یہاں آتے رہے۔ جب بھی کوئی رسول بھیجا گیا بنی نوع انسان میں سے ہی بھیجا گیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلاَّ رِجَالاً نُّوحِي إِلَيْهِم"[۴۱] قرآن مجید نے پچھلی قوموں کے جو واقعات بیان کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسولوں کو لوگوں نے ہمیشہ تقریباً یہی کہہ کر ٹھکرایا ہے کہ

تم بھی تو ہمارے جیسے بشر ہو پھر اللہ تعالیٰ کے سفیر اور رسول ہونے کا دعویٰ کس طرح کرتے ہو۔ تو قرآن پاک میں فرمادیا گیا:

"قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلاَّ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" [۴۲] "ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے انسان ہیں"

اس لئے یہ حقیقت ہے کہ رسالت کیلئے تقرر ہمیشہ انسانوں سے ہی ہوا ہے۔ ٹھیک اس طرح کے انسان جس طرح کے ہم ہیں۔ ہماری طرح وہ بھی جسم و جان رکھتے ہیں۔ بیوی بچے رکھتے، طبعی قوانین کے تحت پیدا ہوئے، نشو نما پاتے، کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے غرض وہ ہر پہلو سے بشر ہی تھے اور بشریت کی ایک ایک چیز ان کے اندر موجود تھی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے.

"وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ " (ہم نے (ان رسولوں) کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے تھے) [۴۳]

۲۔ ہر نبی اور رسول کا اپنی امت کا ہم قوم ہونا:

اللہ تعالیٰ جب بھی نبی اور رسول بھیجے تو وہ ان لوگوں میں سے ہی بھیجے تاکہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو اچھی طرح سمجھا سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ " [۴۴] (اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً [۴۵] (اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا" [۴۶] (اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا)

"لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً " [۴۷] (بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب ان میں ان ہی سے ایک عظیم رسول کو بھیجا)۔

۳۔ ہر نبی کا اپنی امت کا ہم زبان ہونا:

جب نبی بھیجے تو وہ ہم زبان تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ بِلِسَانِ قَوْمِهِ۔[۴۸]

اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں ہی مبعوث کیا ہے تاکہ وہ ان کو بیان کر سکے پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

۴۔ ہر نبی کا اپنے علاقے کی بڑی بستی میں مبعوث ہونا:

وماکان ربک مہلک القریٰ حتیٰ یبعث فی امہار سولا یتلو علیہم ایٰتنا۔[۴۹]

اور آپؐ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں ہے جب تک کہ ان کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کو تلاوت کرتا ہو۔

۵۔ ہر نبی کی قبل از بعثت مسلمہ صداقت وامانت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُل لَّوْ شَاء اللهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلاَ أَدْرَاكُم بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ "[۵۰]

(آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر اس قرآن کی تلاوت نہ کرتا اور نہ تم کو اس کی اطلاع دیتا پھر بے شک اس نزول قرآن سے پہلے میں تم میں عمر کا ایک حصہ گزر چکا ہوں کیا تم یہ نہیں سمجھتے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ "[۵۱] (یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں تو وہ اس کے منکر ہو گئے)۔

۶۔ ہر امت کو سمجھنے، سوچنے اور نصیحت قبول کرنے کے لئے مناسب وقت اور مہلت کا دیا جانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ"[۵۲]

(اور وہ لوگ دوزخ میں چلائیں گے اے ہمارے رب ہمیں نکال دے ہم نیک کام کریں گے جو پہلے کاموں کے خلاف ہوں گے، کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص نصیحت قبول کر لیتا جو نصیحت قبول کرنا چاہتا ہو اور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا تھا تو اب مزہ چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔)

"وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا" (اور ان مال دار جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دیں اور ان کو تھوڑی مہلت دیں)[۵۳]

کفار سے یہ انتقام جنگ بدر میں لیا گیا جب کفار مکہ کو جنگ بدر میں شکست ہوئی۔ ستر کافر مارے گئے اور ستر کافر قید کر لئے گئے۔ قیامت کے دن کافروں سے انتقام لیا جائے گا جب ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس لئے فرمایا ان کو تھوڑی مہلت دیں کیونکہ جنگ بدر کا دن آنے والا ہے یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی موت تھوڑی ہے اور عنقریب آخرت آنے والی ہے وہاں ان جھٹلانے والے کافروں سے انتقام لیا جائے گا۔

"فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا"[۵۴] (سو آپ کافروں کو چھوڑ دیں اور ان کو تھوڑی مہلت دیں)۔

اس آیت میں روید کا لفظ ہے اس کا معنی ان کو مہلت دیں اور ان کے ساتھ نرمی کریں۔ اس آیت میں پہلے فمھل فرمایا اس کے بعد امھلھم فرمایا۔ دونوں کا معنی ہے ان کو مہلت دیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار مکہ جس طرح آپ کو تنگ کر رہے تھے اور مسلمانوں کو مشتعل کر رہے تھے اس کا تقاضا تھا کہ ان کافروں سے فوری انتقام لیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے آپ کو صبر و ضبط کی تلقین فرماتا رہا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کفار مکہ کے مسلسل مظالم کا تقاضہ یہ تھا اور حالات اس موڑ پر آ گئے تھے کہ آپ ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرتے۔ اس لئے فرمایا کہ آپ ان کو تھوڑی مہلت دیں کیونکہ عنقریب غزوہ بدر میں یا آخرت میں ان سے انتقام کا وقت آئے گا اگرچہ آپؐ نے ان کی ہلاکت کی کوئی دعا نہیں کی۔

۷:۔ دنیوی بڑے عذاب سے قبل امت کو چھوٹے عذابوں سے دوچار کیا جانا

" وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَونَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّن الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ "[۵۵] اور بے شک ہم نے فرعون کے متبعین کو کئی سال قحط اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلاَّ أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ"[۵۶] (ہم نے جس بستی میں کوئی نبی بھیجا تو ہم نے (اس نبی کی تکذیب) کے باعث اس بستی والوں کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تا کہ وہ فریاد کریں۔

"وَلَقَدْ أَرْسَلنَآ إِلَى أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ "[۵۷] (اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے پھر ہم نے ان کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ گڑ گڑا کر دعا کریں)

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی عبرت کے لئے سابقہ امتوں کی مثال دی اور یہ بتلایا کہ اپنے بندوں کو مشکلات اور سختیوں میں مبتلا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے تاکہ وہ گمراہی اور کفر سے ہدایت اور ایمان کی طرف رجوع کریں۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے جنہوں نے اپنی اپنی قوموں کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دی۔ پس انہوں نے اپنے پیغمبروں کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو تم نے ان کو فقر اور معاش کی تنگی اور بیماریوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور گڑ گڑا کر اللہ سے دعا کریں۔

۸۔ درج بالا خصوصیات کے حامل انبیاء و رسل کی بعثت کے بعد بندوں پر اللہ کی حجت مکمل ہو جاتی ہے۔

"رُّسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللهُ عَزِيزًا حَكِيمًا "[۵۸]

(اور ہم نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے)

۹۔ **قیامت کے دن منکرین و مکذبین:**

"كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ "[۵۹]

جب بھی جہنم میں کافروں کا کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔

"قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ "[۶۰]

وہ کہیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا پس ہم نے اس کی تکذیب کی اور ہم نے کہا کہ اللہ نے تم پر کوئی چیز نازل نہیں کی تم صرف بڑی گمراہی میں ہو۔

"وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ" ۔(پس وہ کہیں گے کاش ہم غور سے سنتے یا عقل سے کام لیتے تو آج ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے)[۶۱]

ان آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین اس کا اعتراف کریں گے کہ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیج کر ان کے عذر کو زائل کر دیا تھا اور خود انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور یہ کہ ان کی توہین کی تو تم صریح گمراہی میں ہو۔

تجاویز:

نبی کریمؐ کی تشریف آوری، قرآن کریم کا نزول اور آپ پر نبوت کا خاتمہ ہو جانے کے بعد' اب حق' آپ پر ایمان اور آپ ہی کی شریعت کی پیروی میں منحصر ہے۔ اگرچہ آنجنابؐ نے اپنے زمانے میں اپنے مخالفین، جن میں دھریئے، بت پرست، آتش پرست، ستارہ پرست اور اہل کتاب تھے، کو دعوت حق دی اور اس سلسلہ میں انسانی نفسیات اور اپنے مخاطبین کے مخصوص مزاج کو بھی پیش نظر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے باقی انبیائؑ کے بر عکس بہت تھوڑے عرصے میں کامیابی حاصل کر لی۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ جزیرہ نمائے عرب میں اپنے دین کو غالب کرنے اور تمام باطل ادیان کو مغلوب کرنے میں کامیاب رہے لیکن باقی دنیا میں باطل اپنی تمام شکلوں میں موجود رہا۔ اگرچہ خلفائے راشدین اور دیگر سلاطین نے دعوت اسلام کے دائرے کو وسیع کیا اور دنیا کے کافی بڑے حصے میں اسلامی حکومت قائم کی تاہم پوری دنیا پر اسلام کے غلبے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ آج بھی دنیا میں بت پرستی، دھریت، عیسائیت، یہودیت وغیرہ مذاہب موجود ہیں۔ اس لئے داعیان اسلام اور مبلغین دین حق کو عالم کفر میں اپنی دعوتی سرگرمیاں منظم کرتے وقت قبول حق کے موانع کا اچھی طرح جائزہ لینا ہوگا تبھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں گے۔

اس وقت خود اسلامی دنیا میں بھی بہت سے فرقے وجود میں آچکے ہیں' جن میں سے کچھ دائرہ اسلام سے خارج اور کچھ گمراہ قرار دیئے جا چکے ہیں۔ علاوہ ازیں بے عملی اور کم کوشی کا مرض بھی عوام میں عام ہے، اس لئے دعوت واصلاح کا کام کرنے والوں کو گھر کی خبر بھی لینا ہوگی اور مدعیان اسلام کے عقیدہ وعمل کو درست کرنے کے لئے قبول حق کی رکاوٹوں کو بھی دور کرنا ہوگا۔

(۱) نفس پرستی، خود پسندی اور خود رائی، ویسے تو ہر زمانے میں فتنہ رہی ہے لیکن اس دور میں انسان کی خوشحالی مغربی دنیا کی سائنسی ترقی اور ضروریات زندگی میں خود کفالت اور آسودگی نے ان کا اور ان کے زیر اثر دوسرے لوگوں کا بھی دماغ خراب کر دیا ہے۔ مذہب، خدا اور رسول

خدانخواستہ' ان کے لئے غیر ضروری ہو کر رہ گئے ہیں۔ انہیں چونکہ باقی دنیا پر سیاسی برتری اور عسکری غلبہ بھی حاصل ہو گیا ہے اس لئے ان کو قبول حق سے روکنے کیلئے بہت سے عوام اکٹھے ہو گئے ہیں۔ انہیں چونکہ باقی دنیا پر سیاسی برتری اور عسکری غلبہ بھی حاصل ہو گیا ہے اس لئے ان کو قبول حق سے روکنے کیلئے بہت سے عوامل اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اپنی خوشحالی، اسلامی دنیا کی خستہ حالی اور پسماندگی کو' پہلے اہل باطل کی طرح' یہ بھی حق و باطل کا معیار بنائے ہوئے ہیں۔

(۲) مادی سائنس کی فتوحات کی وجہ سے ان کا مادی نقطہ نظر اور محسوسیت پرستی اور بھی پختہ ہو گئی ہے۔ داعی دین کو اقوام عالم میں تبلیغی کام کے دوران اس حقیقت کا احساس کرنا چاہئے۔ اسے چاہئے کہ ابتدائی ہی میں اس بات کو صاف کر دے کہ مذاہب حق میں ایمان بالغیب کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے۔ اللہ، رسول، وحی والہام، آخرت اور ملائکہ یہ وہ حقیقتیں ہیں جو انسانی حواس سے بالاتر ہیں۔ اس لئے ان پر بن دیکھے ہی یقین کرنا پڑتا ہے۔ یہی ایمان بالغیب ہی تو امتحان ہے اور اسی کا تو اجر ہے' ورنہ روز قیامت تو ساری حقیقتیں انسانی مشاہدے میں آ جائیں گی لیکن اس وقت ان پر یقین بے فائدہ ہوگا۔

(۳) بشریت انبیاء کی حقیقت کو آج بھی لوگ قبول نہیں کر پا رہے۔ عیسائی حضرات حضرت عیسیٰؑ کو اب بھی ابن اللہ ہی کہتے ہیں۔ ہندو بھی اپنے اوتاروں میں بھگوان کے حلول کے قائل ہیں۔ خود مسلمانوں میں بھی' بہت سے ضعیف الاعتقاد اور بے علم نبیؐ کو نور اور انسانیت سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ دعوت دین میں اس عام غلط فہمی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے ازالے کی کوشش کرنی چاہئے۔ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں بڑی دلنشیں دلیل دی ہے کہ انسانوں کی ہدایت کیلئے انسان ہی بہتر اور مفید ہوتا ہے۔ اگر دنیا میں فرشتے رہتے بستے ہوتے تو پھر ضرور ملائکہ کو رسول بنایا جاتا۔

(۴) حسد اور نسلی عصبیت بھی بدستور قبول حق میں رکاوٹ ہے۔ یہود اور ہنود' دونوں نسل پرستی کے مرض میں مبتلا قومیں ہیں۔ یہ دونوں اپنے آپ کو برتر اور پاک اور دیگر اقوام کو ملیچھ اور ہیچ سمجھتی ہیں۔ ان میں دین کا کام کرتے وقت ان کی مخصوص نفسیات اور ذہنیت کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

(۵) آباء پرستی کا بت بھی مکمل طور پر نہیں ٹوٹ سکا۔ کافر اقوام کا تو کیا کہنا ہے' خود مسلمانوں میں یہ بڑی شان سے پوجا جا رہا ہے۔ قرآن و سنت کی طرف بلانے والے لوگوں کے جواب میں ان کا

یہی کہنا ہوتا ہے کہ بل نتبع ماالفینا علیہ آ بائنا۔ تجدید واحیائ دین کی کوششوں میں بڑی حکمت سے اس بت پرستی سے لوگوں کو بچانا ہوگا۔

(۶) پہلی بار کسی حقیقت کے انکار کے بعد پھر اسے تسلیم کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ عام نفسیات یہی ہیں

جھوٹ بولا ہے تو اس پر قائم بھی رہو ظفر آدمی کو صاحب کردار ہونا چاہئے

لیکن عملی زندگی میں حق کی دریافت اور اس تک رسائی میں یہ رویہ سراسر خسارے کا سودا ہے۔ حق حق ہی ہوتا ہے اور انسان کی بھلائی اس کو تسلیم کر لینے میں ہی ہے۔ قرآن کریم میں کتنی ہی مثالیں بیان کی گئی ہیں کہ کچھ لوگوں نے پہلے ایک نبی کو جھٹلایا لیکن پھر اپنی غلطی کا احساس کر کے اس سے رجوع کر لیا۔ قوم یونسؑ اس کی واضح مثال ہے۔ کتنے صحابہ کرام ہیں جنہوں نے ابتداء میں اسلام قبول نہیں کیا لیکن پھر جب ان پر حق واضح ہوا تو اسے قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی۔ خلفاء راشدین اور مجتہدین کرام نے اپنے کئی فیصلوں اور فتوئوں سے رجوع کیا اور شرمندہ ہونے کے بجائے فخر سے اس کا اظہار کیا۔ یہ صرف ابلیس لعین ہی تھا جو انکار پر ڈٹا رہا اور پھر ہمیشہ کیلئے راندہ درگاہ الٰہی ہوا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ القرآن، البقرۃ، ۲: ۸۳ — Al-Qurān, Al-Baqarah, 2:83

۲۔ القرآن، البقرۃ، ۲: ۸۷ — Al-Qurān, Al-Baqarah, 2:87

۳۔ القرآن، الجاثیہ، ۴۵: ۲۳ — Al-Qurān, Al-Jasia, 23:45

۴۔ القرآن، البقرۃ، ۲: ۲۵۸ — Al-Qurān, Al-Baqarah, 2:258

۵۔ القرآن، الذاریات، ۳۹: ۱۵ — Al-Qurān, Al-Zariyaat, 15:39

۶۔ القرآن، الزخرف ۴۳: ۵۱-۵۲ — Al-Qurān, Al-Zukhruf, 43:51-52

۷۔ القرآن، السباء، ۳۴: ۳۴ — Al-Qurān, Al-Sabaa, 34:34

۸۔ القرآن، السباء، ۳۴: ۳۵ — Al-Qurān, Al-Sabaa, 34:35

۹۔ القرآن، النساء، ۴: ۵۴ — Al-Qurān, Al-Nisa, 4:54

۱۰۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۰۹ھ، ج۵، ص۸۸۔

Tabri, Abu Jafar Muhammad Bin Jareer, Jamia-ul-Bayan, Darul Marfa, Berut, 9041ah, vol:5, P:88

۱۱۔ القرآن، الفرقان، ۲۱:۲۵ Al-Qurān, Al-Furqan, 25:21

۱۲۔ القرآن، بنی اسرائیل ۱۷:۹۴ Al-Qurān, Al-Bani Isreal, 17:94

۱۳۔ القرآن، المومنون ۲۳:۲۴ Al-Qurān, Al-Mominoon, 23:24

۱۴۔ القرآن، المومنون ۳۲:۳۳، ۳۴ Al-Qurān, Al-Mominoon, 23:33-34

۱۵۔ القرآن، المومنون، ۲۳:۳۷ Al-Qurān, Al-Mominoon, 23:37

۱۶۔ القرآن، الانعام، ۶:۸ Al-Qurān, Al-Inaam, 6:8

۱۷۔ القرآن، الانعام، ۶:۹ Al-Qurān, Al-Inaam, 6:9

۱۸۔ القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷:۹۰تا ۹۳ Al-Qurān, Al-Bani Isreal, 17:90 to 93

۱۹۔ القرآن، النساء، ۴:۱۵۳ Al-Qurān, Al-Nisa, 4:153

۲۰۔ جامع البیان، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۹۰ھ، ج۴، ص۱۱،۱۰

Jamia-u-Biyan, Dar-ul-Maarfa, Berut, 1490ah, Vol:4, P:10-11

۲۱۔ القرآن، الشعراء، ۲۶:۱۱۱ Al-Qurān, Al-Shuara, 26:111

۲۲۔ القرآن، الحجرات، ۴۹:۱۳ Al-Qurān, Al-Hujurat, 49:13

۱۲۳۔ لقرآن، الزخرف، ۴۳:۳۱ Al-Qurān, Al-Zukhruf, 43:31

۲۴۔ ابو الحسن علی بن محمد بن حسیب، النکت والعیون، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج۵، ص۳۲۲

Abu-al=Hasan Ali bin Muhammad bin Haseeb, alnakt waluyoon, darul kutub al-ilmiya, Berut, vol:5, p-322

۲۵۔ القرآن، ھود، ۲۷:۱۱ Al-Qurān, Al-Hood, 11:27

۲۶۔ القرآن، الفجر، ۸۹:۱۵ Al-Qurān, Al-Fajr, 89:15

۲۷۔ القرآن، الروم، ۷:۳۰ Al-Qurān, Al-Room, 30:7

۲۸۔ القرآن، الانعام، ۶:۴۴ Al-Qurān, Al-Inaam, 6:44

۲۹۔ القرآن، الاعراف، ۷:۹۵ Al-Qurān, Al-Araf, 7:95

۳۰۔ القرآن، الفرقان، ۲۸:۲۵ Al-Qurān, Al-Furqan, 25:28

۳۱۔ القرآن، الفرقان، ۲۵:۲۹ Al-Qurān, Al-Furqan, 25:29

۳۲۔ القرآن، العنکبوت، ۲۹:۲۵ Al-Qurān, Al-Ankboot, 29:25

۳۳۔ القرآن، السباء، ۳۴:۳۱ Al-Qurān, Al-Saba, 34:31

۳۴۔ القرآن، السباء، ۳۴:۳۲ Al-Qurān, Al-Saba, 34:32

۳۵۔	القرآن، السباء، ۳۴:۳۳	Al-Qurān, Al-Saba, 34:33
۳۶۔	القرآن، البقرة، ۱۷۰:۲	Al-Qurān, Al-Baqarah, 2:170
۳۷۔	القرآن، لقمان، ۲۱:۳۱	Al-Qurān, Al-Luqman, 31:21
۳۸۔	القرآن، البقرة، ۲:۱۷۰	Al-Qurān, Al-Baqarah, 2:170
۳۹۔	القرآن، الاعراف، ۷:۱۰۱	Al-Qurān, Al-Araaf, 7:101
۴۰۔	القرآن، یونس، ۷۴:۱۰	Al-Qurān, Al-Younus, 10:74
۴۱۔	القرآن، یوسف، ۱۰۹:۱۲	Al-Qurān, Al-Yousuf, 12:109
۴۲۔	القرآن، ابراہیم، ۱۱:۱۴	Al-Qurān, Al-Ibraheem, 14:11
۴۳۔	القرآن، الانبیاء، ۸:۲۱	Al-Qurān, Al-Anbya, 21:8
۴۴۔	القرآن، ھود، ۱۱:۵۲	Al-Qurān, Al-Hood, 11:25
۴۵۔	القرآن، ھود، ۵۰:۱۱	Al-Qurān, Al-Hood, 11:50
۴۶۔	القرآن، ھود، ۸۴:۱۱	Al-Qurān, Al-Hood, 11:84
۴۷۔	القرآن، آل عمران، ۱۶۴:۳	Al-Qurān, Aal-e-Imran, 3:164
۴۸۔	القرآن، ابراہیم، ۳:۱۴	Al-Qurān, Al-Ibraheem, 14:4
۴۹۔	القرآن، القصص، ۵۹:۲۸	Al-Qurān, Al-Qasas, 28:59
۵۰۔	القرآن، یونس، ۱۶:۱۰	Al-Qurān, Al-Younus, 10:16
۵۱۔	القرآن، مومنون، ۹۶:۲۳	Al-Qurān, Al-Mominoon, 23:69
۵۲۔	القرآن، الفاطر، ۳۷:۳۵	Al-Qurān, Al-Fatir, 35:37
۵۳۔	القرآن، المزمل، ۳۷:۱۱	Al-Qurān, Al-Muzammil, 73:11
۵۴۔	القرآن، الطارق، ۱۷:۸۶	Al-Qurān, Al-Tariq, 86:17
۵۵۔	القرآن، الاعراف، ۱۳۰:۷	Al-Qurān, Al-Araaf, 7:130
۵۶۔	القرآن، الاعراف ۹۴:۷	Al-Qurān, Al-Araf, 7:94
۵۷۔	القرآن، الانعام، ۴۲:۶	Al-Qurān, Al-Inaam, 6:42
۵۸۔	القرآن، النساء، ۱۶۵:۴	Al-Qurān, Al-Nisa, 4:165
۵۹۔	القرآن، الملک، ۶۷:۸	Al-Qurān, Al-Mulk, 67:8
۶۰۔	القرآن، الملک، ۹:۶۷	Al-Qurān, Al-Mulk, 67:9
۶۱۔	القرآن، ۱۰:۶۷	Al-Qurān, Al-Mulk, 67:10